ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

جدل و مباحثہ قرآن و سنت کے تناظر میں: تجزیاتی مطالعہ

CONTROVERSY AND DISCUSSION IN THE CONTEXT OF QURAN AND SUNNAH

☆محمد علی یزدانی

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

☆☆محمد احسان

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

ABSTRACT

Before defining and explaining debate and discussion, it is important to understand that Islam has not encouraged debate and debate, rather it happens in unavoidable situations. Not at all, to have the idea that the call of Islam is to be embedded in the minds of the people in every situation and its orders must be obeyed, an Islamic state can do this. The authority is not given at all. One of the methods of Dawat al-Khair is to present your argument in the form of debate and dialogue with the help of great wisdom. No, but it will be in the light of arguments and proofs, in which there is such an attitude that the audience and addressees should not adopt an aggressive attitude, but speak their words in a polite manner with ease and gentleness. Harmony with nature is an essential feature of this style. Should be, any human being who obeys Islamic orders more or less, should say something in the light of nature and the purity of Islam. It definitely has an effect on the heart, but targeting someone and delivering orders using stubbornness, stubbornness and force will not be beneficial in any case.

***Keywords**: Dawat Al-Khair, arguments, attitude, manners, stubborness.*

جدل و مباحثے کی تعریف و توضیح کرنے سے پہلے اس بات کا ادراک کرنا ضروری ہے کہ اسلام نے جدل و مباحثے کی بہت حوصلہ افزائی نہیں فرمائی، بلکہ ایسا ناگزیر صورت حال میں ہوتا ہے، جدل و مباحثہ دعوت الی الخیر کا ایک جزء ہے، کُل نہیں، ایسا تصور رکھنا کہ اسلام کی دعوت کو ہر حال میں لوگوں کے ذہنوں میں پیوست کرنا ہے اور اس کے احکامات کو لازمی طور پر منوانا ہے، ایسا ایک اسلامی ریاست تو کر سکتی ہے کسی انفرادی حیثیت کے حامل شخص کو اسلام نے یہ اختیار ہرگز نہیں دیا، دعوت الی الخیر کے جو اسلوب ہیں، انہی اسالیب میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ اپنی دلیل کو انتہائی حکمت کے سہارے مناظرہ اور مکالمہ کی صورت میں پیش کریں، اس مناظرے اور مکالمہ کا تبادلہ خیال ظن و گمان نہیں بلکہ دلائل و براہین کی روشنی میں ہوگا، جس میں ایسا رویہ ہو کہ سامعین اور مخاطبین سے جارحیت والا رویہ نہ اپنایا جائے بلکہ آسانی اور نرمی کے ساتھ شائستہ انداز میں اپنی بات کہہ دی جائے، فطرت سے ہم آہنگی اس اسلوب کا لازمی خاصا ہونا چاہیے، کوئی بھی انسان جو اسلامی احکامات کو زیادہ مانتا ہو یا کم، فطرت کی روشنی میں کہی بات اور اسلام کی خاصیت اس کے دل پر ضرور اثر کرتی ہے،لیکن کسی کو نشانہ بنا کر احکامات کو ضد، ہٹ دھرمی اور قوتِ نافذہ کا استعمال کرکے پہنچانا کسی صورت بھی باعثِ مفید و باعث اثر نہ ہوگا، قرآن مجید کی کئی ایک آیات مبارکہ میں اس موضوع کی وضاحت کی گئی ہے:

{لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ}[1]

"دین قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، یقینا ہدایت، گمراہی سے ممتاز ہوچکی ہے"۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی m فرماتے ہیں:

"جبر اور اکراہ کا تصور ہی ناممکن ہے کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے ، کہ دل سے ایمان کو قبول کرے،اور دل پر تو جبر اوراکراہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری بات کہ جبر کرنے سے منع ہے کیونکہ دنیا میں مقصد امتحان ہے اگر جبر کیاجائے توامتحان کا معنٰی ختم ہوجاتاہے"۔[2]

آیت(۲):

{وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ}[1]

---

[1] البقرہ،۲:۲۵۶

[2] پانی پتی، ثناء اللہ عثمانی، قاضی محمد، علامہ، "تفسیر مظہری"، مترجم: مولانا سید عبد الدائم الجلالی، دارالاشاعت کراچی، ج:۲، ص:۱۲۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"اور اے نبی!ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ حق تو تمہارے رب کی طرف سے ہے، سو جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے"۔

آیت(۳):

{ اِنَّا ہَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا }[2]

"بیشک ہم نے سیدھے راستے کی طرف اُس کی رہنمائی کر دی ، اب وہ شکر گزار بنے یا ناشکری کرنے والا"۔

آیت(۴):

{ وَہَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ }[3]

"ہم نے دکھا دیے اس کو دونوں راستے"۔

عام طور پر لوگ اس آیت کا مطلب غلط طور پر نکالتے ہیں،وہ مسلمان ہونے کے بعد، دین کا اقرار کرنے کے بعد، دل اور زبان سے یہ کہنے کے بعد کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، پھراللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانتے،اور پھر کہتے ہیں،دین میں کوئی زبردستی تو نہیں ہے،دین میں جبر تو نہیں، دل چاہے گا تو مانیں گے ، دل چاہے گا تو نہیں مانیں گے،حالانکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان نہیں بنایا جائے گا،ہمیں یہ مجبور نہیں کیا گیا کہ ہم زبردستی اسلام کے دائرے میں داخل ہوں،لیکن ایک دفعہ جب ہم نے اس کا اظہار کرلیاتو اب ہم پر کیا لازم ہوگیا کہ جو کچھ ہم سے تقاضا کیا جارہا ہے، اس تقاضے کو پورا کرنا ہے، جس جس چیز کی اطاعت کا حکم ہے ، اس پر عمل کرنا ہے، اس حکم کو ماننا ہے،اب اپنی مرضی نہیں ، اللہ رب العزت کی مرضی، بالکل ایسے ہی جیسے ابراہیم d کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

{إِذْ قَالَ لَہُ رَبُّہُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِینَ}[4]

"اُس وقت کو یاد کیجیے جب ابراہیم سے اُن کے رب نے کہا کہ فرمانبردار ہو جاؤ، ابراہیم نے کہا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہو گیا"۔

ایمان لانے کے بعد ہر صورت فرمانبرداری اور اطاعت کا تقاضا ہے، پھر من مانی اور من چاہی زندگی گزارنے کا تصور ہی نہیں، اس لیے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو دینی و اخروی دونوں بھلائیاں دینا چاہتا ہے، لیکن بسا اوقات ذہنی بطلان اور خواہشات کی پیروی کرنے سے انسان اسلام کے احکامات کو اپنے لیے مشکلات کا باعث اور اپنی آزادی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے۔کیونکہ اسلام کا حصار ایسا مضبوط اور پاکیزہ ہے جب بندہ اپنے سپرداری اللہ کے ذمہ کر دیتا ہے پھر وہ اپنے معاملات سے بری الذمہ ہوجاتا ہے، جیسا اسے کہا جاتا ہے وہ کرتا ہے اور نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے۔

اسلام کی دعوت ،اس کے نہ ماننے والوں کے سامنے کھول کر بیان کرنے، دلائل فراہم کرنے اور باطل نظریے کی بیخ کنی کے ذریعے دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُہٗ فَاِذَا ھُوَ زَاہِقٌ وَ لَکُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ}[5]

"بلکہ ہم حق کو باطل پر دے ماریں گے تو وہ اس کا بھیجا نکال دے گا تو دیکھو گے کہ وہ ختم ہو کر رہے گا"۔

سابقہ اقوام کا اپنے انبیاءf سے مجادلہ:

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مباحثے اور مناظرے کو جائز قرار دیا ہے، لیکن سابقہ اقوام اور رسول اللہ ﷺ کے نبوت کا اعلان کرنے کے بعد بھی آپ ﷺ سے لوگوں نے مجادلہ کیا، لیکن اس مجادلے کا انداز جھگڑا کرنے اور لڑائی کرنے والا تھا، جسے قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا:

{قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْہَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُکُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰہُ بِہَا مِنْ سُلْطٰنٍ }[1]

---

[1] الکہف،۱۸:۲۹

[2] الدھر،۷۶:۳

[3] البلد،۹۰:۱۰

[4] البقرہ،۲:۱۳۱

[5] الانبیاء،۲۱:۱۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"نوحؑ کہنے لگے کہ تمہارے متعلق تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصے کا فیصلہ ہو چکا ہے، کیا تم مجھ سے اُن ناموں کے متعلق جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ چھوڑے ہیں اور اللہ نے اُن کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی؟ "۔

{قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ}[2]

"وہ کہنے لگے کہ اے نوح! تم ہم سے جھگڑا کر چکے اور بہت جھگڑا کر چکے ، سو اب تم وہ چیز لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو"۔

{وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ}[3]

"اور وہ (کفار) لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، حالانکہ وہ سخت پکڑ والا ہے"۔

{وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ}[4]

"اور ہم تو پیغمبر بھیجتے ہی خوشخبری سنانے اور ڈرانے کیلئے ہیں، اور کافر لوگ باطل کولیکر جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اُس کے ذریعے حق کو اُس کی جگہ سے ہلا دیں"۔

{وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ}[5]

"اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ کے متعلق کسی علم کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں"۔

جائز و ناجائز مجادلہ و مباحثہ کی مختلف صورتیں:

سابقہ تمام اقوام میں ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے انبیاءf کی بابت جھگڑا کرتے تھے، اسی لیے اسلام نے مجادلے اور مباحثے کا ایسا مستحسن اور خوبصورت طریقہ متعارف کروایا، جس کے باعث حق بات بھی پہنچا دی جائے اور کسی سے لڑائی اور جنگ و جدل کی نوبت بھی نہ آئے، اسی لیے فرمایا:

{وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ}[6]

"اور ان کے ساتھ اس طریقے سے بحث کرو جو پسندیدہ (اچھا) ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے غلط بحث و مباحثہ کو "جھگڑا" قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

" **أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِى رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا**"۔[7]

"جو شخص حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا نہ کرے اس کے لیے جنت کے نچلے درجے میں ایک محل کا ضامن ہوں"۔

قرآن مجید میں مجادلے سے متعلق مؤمنین کو ارشاد ہوا:

{وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ}[8]

"اور اہلِ کتاب سے تکرار نہ کیا کرو، سوائے اس طریقے کے جو زیادہ عمدہ ہو، مگر اُن میں سے وہ لوگ جو ظلم کریں، اور تم یوں کہا کرو کہ ہم اُس پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اترا اور جو تم پر اُترا، اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں"۔

---

[1] الاعراف،۷:۷۱

[2] ھود،۱۱:۳۲

[3] الرعد،۱۳:۱۳

[4] الکہف،۱۸:۵۶

[5] الحج،۲۲:۳

[6] النحل،۱۶:۱۲۵

[7] ابوداؤد، ''السنن''، کتاب الأدب، باب فی حسن الخلق

[8] العنکبوت،۲۹:۴۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں دعوت کا طریقہ واضح کر دیا گیا اور وضاحت فرما دی گئی جو اہل کتاب کے ساتھ بحث و استدلال میں مسلمانوں کو اختیار کرنا چاہیے،فرمایا کہ اہل کتاب سے بحث و استدلال کی نوبت آئے تو ان سے صرف احسن طریقہ سے بحث و استدلال کرو، "مجادلہ" یہاں اچھے معنوں یعنی بحث و استدلال اور حجت کے مفہوم میں ہے اور طریقۂ احسن کی وضاحت اسی آیت کے آگے والے ٹکڑے میں آگئی ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان دین کے جو مشترک اقدار ہیں، ان کو بنیاد قرار دے کر ان سے مطالبہ کرو کہ وہ بھی ان مشترک اقدار اور ان کے لوازم کو تسلیم کریں اور اپنی مانی ہوئی باتوں کی خود اپنے منہ سے تردید نہ کریں، اس طریقۂ بحث سے ان کی انانیت کو ٹھیس نہیں لگے گی، ان میں جو سلیم الطبع ہوں گے وہ تمہاری باتوں پر غور کریں گے اور کیا عجیب کہ ان میں سے کچھ ایسے نفوس بھی نکل آئیں جو حق کو قبول کر لیں۔

{اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ} عام طور پر لوگوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شریر اور مناظرہ باز ہیں ان کے ساتھ طریقِ احسن کی پابندی ضروری نہیں ہے، ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے لیکن میرے نزدیک یہ استثنائے منقطع ہے، اس وجہ سے اس کا مطلب یہ ہوگا ، رہے وہ جواُن میں سے شریر اور مناظرہ باز ہیں تو ان کو سرے سے منہ ہی نہ لگاؤ، قرآن کے نظائر سے اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے، قرآن مجید جگہ جگہ آنحضرت ﷺ کو ضدی اور کج فہم مناظرہ بازوں او رکٹ حجتی کرنے والوں سے اعراض کی ہدایت فرمائی گئی ہے، سورۂ کہف میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ جو ہٹ دھرم بات سمجھنی نہیں چاہتے ان سے اول تو تعرض ہی نہ کرو اور اگر کبھی بحث کی نوبت آہی جائے تو بات ٹالنے کے انداز میں گفتگو کرو، حضرت انبیاءf اور صالحین کا طریقۂ بحث و دعوت ہمیشہ یہی رہا ہے اور یہی طریقہ خیروبرکت کا طریقہ ہے، شریروں اور کج فہموں کے جواب میں انہیں کی سی روش اختیار کرلینا اور الزام کا جواب الزام اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینا نہ انبیاءfکا طریقہ ہے اور نہ اس میں کوئی خیروبرکت ہے۔

اسی طرح ان کو کامل توحید کی بھی دعوت دو اور ان سے کہو کہ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اس مسئلہ میں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی اصولی نزاع نہیں ہے، تورات و انجیل اور دوسرے تمام صحائف توحید کی تعلیم سے معمور ہیں، بس ہم میں اور تم میں اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ جو باتیں اس مسلّم حقیقت کے خلاف ہیں ہم نے ان کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اپنے ایک ہی رب کے حوالہ کر دیا ہے، اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم توحید کے بھی مدعی ہو اور ساتھ ہی تم نے اپنے اندر ایسی باتیں بھی جمع کر رکھی ہیں جو اس عقیدے سے صریحاً متناقض ہیں تو ہماری دعوت تمہارے لیے یہ ہے کہ جس طرح ہم نے اپنے آپ کو کلیۃً اپنے ایک ہی رب کے حوالہ کر دیا ہے اسی طرح تم بھی اپنا یہ تناقض دور کرکے مسلم بن جاؤ"۔[1]

مولانا ابو الکلام "اہل کتاب سے مجادلہ" کے متعلق لکھتے ہیں:

"اہل کتاب سے مجادلہ بہتر طریق سے ہونا چاہیے، کیونکہ ان کے اور تمہارے درمیان بہت سے بنیادی امور میں اشتراک پایا جاتا ہے، وہ وحی و رسالت اور توحید کے قائل ہیں اور تم بھی تمام نازل شدہ کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور اہل کتاب میں سے جو منصف ہیں وہ بھی قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ بحث ومناظرہ میں معقولیت اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو"۔[2]

قرآن مجید میں مباحثے کے مختلف انداز:

مؤمنین کو اس بات کی تعلیم کہ آپس میں بھی اچھے انداز میں بات کرو، عمدہ کلام کرو، شائستہ اور بھلی بات کرو اور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) سے بھی بطریقِ احسن بات کرو، اس لیے کہ تمہارے سخت و تروش رویہ اختیار کرنے سے نامعلوم ان کے دل میں یہ تاثر پیدا ہو، کہ اس ان کو ایسا رویہ ہی اپنانے کا درس دیتا ہے، اس نظریے کو باطل کرنے کے لیے قرآن مجید میں مباحثے کے مختلف انداز مثالوں کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں،یہاں چند مثالیں درج کی جا رہی ہیں:

مثال (۱):

{قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ}[3]

"اے نبی!ﷺ، آپ فرما دیجئے یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے سننے اور دیکھنے کی طاقت کو چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے علاوہ کون معبود ہے جو اسے تمہارے پاس لا سکے؟ آپ دیکھ لیجئے کہ ہم کس طرح اپنی آیتوں کو بدل بدل کر لاتے ہیں، پھر بھی یہ کنارہ کشی کرتے ہیں"۔

---

[1] اصلاحی،امین احسن،مولانا،"تفسیر تدبر قرآن"،فاران فائونڈیشن،لاہور۔پاکستان،ج:۶،ص:۵۵‘۵۶

[2] آزاد،احمد،ابولکلام،مولانا،"تفسیر ترجمان القرآن"،اسلامی اکادمی لاہور،ج:۳،ص:۱۸۶

[3] الانعام،۶:۴۶

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

مثال (۲):

{قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُہٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْہُ الْمُجْرِمُوْنَ}[1]

”اے نبی !ﷺ، آپ فرمادیجئے یہ تو بتائو کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر راتوں‌رات یا دن کے کسی حصے میں آپہنچے تو گنہگار لوگ اس سے پہلے کیا کر لیں گے ؟“۔

مثال (۳):

{قُلْ اَرَءَ یْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ}[2]

”اے نبی !ﷺ، آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتائو اللہ نے تمہارے لئے جو رزق اتارا ہے ، پھر تم اُس میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال قرار دیدیتے ہو، آپ فرمادیجئے کہ کیا اللہ نے تمہیں اِس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو ؟“۔

مثال (۴):

{قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ}[3]

”اے نبی!ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتائو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت کے دن تک ”رات“ کو مسلط کر دے تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہیں روشنی لا کر دے سکے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟“۔

مثال(۵):

{قُلْ اَرَءَ یْتُمْ شُرَکَآءَ کُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ کِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْہُ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا}[4]

”اے نبی!ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ تم اپنے اُن شرکاء کو تو دیکھو جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے دکھائو تو سہی کہ اُنھوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے؟ یا اُن کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے؟ کیا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے، کہ وہ اُس کی کوئی سند رکھتے ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے جو وعدہ بھی کرتے ہیں، وہ محض دھوکہ ہے“۔

مثال (٦):

{قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ثُمَّ کَفَرْتُمْ بِہٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ ہُوَ فِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ}[5]

”اے نبی!ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ یہ توبتائو، اگر یہ کلام اللہ ہی کی طرف سے آیا ہوا ہو، پھر تم اِس کا انکار کرتے رہو تو اُس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا جو دور کی مخالفت میں جاپڑا؟“۔

مثال (۷):

[1] یونس، ۱۰:۵۰

[2] یونس، ۱۰:۵۹

[3] القصص، ۲۸:۷۱

[4] الفاطر، ۳۵:۴۰

[5] فصلت، ۴۱:۵۲

حرفِ سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

{قُلْ اَرَئَ يْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَرُوْنِی مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِئْتُوْنِی بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ}[1]

"اے نبیﷺ، آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کی شراکت ہے، میرے پاس اِس سے پہلے کی کوئی کتاب یا سینہ بہ سینہ آنے والا علم لیکر آؤ، اگر تم سچے ہو"۔

مثال (۸):

{قُلْ اَرَئَ يْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِيلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ}[2]

"آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ، اگر یہ کلام واقعتا اللہ کی طرف سے آیا ہو اور تم اِس کا انکار کرتے رہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ بھی ایسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو، سو وہ ایمان لے آیا اور تم تکبر کرتے رہے، بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا"۔

مثال (۹):

{قُلْ اَرَئَ يْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ}[3]

"اے نبی ﷺ، آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ہمراہیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کر دے تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچا سکے ؟"۔

مثال (۱۰):

{قُلْ اَرَئَ يْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ}[4]

"آپ فرمادیجئے یہ تو بتاؤ کہ اگر صبح کو تمہارا پانی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس نتھرا ہوا پانی لیکر آئے گا؟"۔

درج بالا مثالوں کا خلاصہ:

۱۔ جب کسی غیر مسلم سے سننے اور دیکھنے کی طاقت کو چھین لینے والی ذات اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتایا جائے گا پھر یہ ممکن نہیں کہ وہ اس بات کا انکار کرے کہ یہ چیزیں میری اپنی ہیں، اور اس میں رب تعالیٰ کا عمل دخل نہیں، اس کا بڑا ثبوت یہ نعمتیں ضائع ہونے کی صورت میں مل جاتا ہے، جس سے انسان پر حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے، اگر یہ انسان کی اپنی بنائی ہوئی چیزیں ہوں تو کیا مشکل ہے ان نعمتوں کو دوبارہ حاصل کرنا، گویا انسان کی جسمانی نعمتوں کا حوالہ دے کر کسی غیر مسلم کو دعوتِ حق دی جا سکتی ہے۔

۲۔ آج باوجود ریڈ الرٹ (Red alert)جاری کرنے کے قدرتی آفات کئی کئی علاقوں اور حصوں کو تہس نہس کر دیتی ہیں، جس سے پوری دنیا کے لوگ باہم مل کر بھی نبرد آزما نہیں ہو سکتے، مظاہر کائنات اور قدرتی آفات کی مثالیں کسی کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے دی جا سکتی ہیں۔

۳۔ آج بڑے سے بڑا سائنسدان نباتات کو اگانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، گویا اللہ کی نعمتیں انسان کے ضمیر کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں، تاکہ وہ کسی بھی وقت ان نعمتوں پر غوروخوض کرکے رب تعالیٰ کا حکم سمجھ لے۔

۴۔ دن اور رات کا آنا جانا (Day & night circle)اس بات کا کوئی بھی انسان چاہے وہ اسلام کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو، انکار نہیں کر سکتا، قرآن نے اسی لیے یہ اسلوب اپنایا ہے کہ مظاہر کائنات کے بارے میں تدبر اختیار کر لو، تمہیں خدا تعالیٰ کا پیغام حق سمجھ آجائے گا۔

---

[1] الاَحقاف، ۴۶:۴

[2] الاَحقاف، ۴۶:۱۰

[3] الملک، ۶۷:۲۸

[4] الملک، ۶۷:۳۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

۵۔ کیا کوئی ماہر ارضیات (geologist) آج یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ جن دنیاوی اسباب کو وہ اپنے لیے کافی سمجھتا ہے، ان اسباب یا ان انسانوں میں کوئی ایسا موجود ہے جو زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا خود بنا سکے، وہ مٹی کا ایک ذرہ بھی اپنے ہاتھوں کی قدرت سے تخلیق کر سکے، یا آسمانوں کی ہیئت اور بناوٹ میں اس کا کوئی کردار ہو، یقینا دنیا کے تمام لوگ اور تکنیکی آلات مل کر بھی ایسا کرنے سے قاصر ہیں، پھر یہ مثالیں انسان کو حقیقی معبود کی پہچان میں مدد دیتی ہیں۔

۶۔ آج دنیا کے یہودی اور عیسائی اس بات کا اقرار کرتے ہیں، کہ موسیٰ d پر تورات اور عیسیٰ dپر انجیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہیں، پھر یہودونصاریٰ کا ایک گروہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے حق ہونے کا بھی اقرار کرتا ہے، اسی لیے قرآن مجید نے الہامی کتابوں اور کلام الٰہی کا حوالہ دے کر ایسے لوگوں کی عقل کو جھنجھوڑا ہے جو اس کو حق ماننے کے باوجود ضد، انا اور ہٹ دھرمی پر قائم ہیں۔

۷۔ پھر مظاہر کائنات زمین و آسمان کا حوالہ دیتے ہوئے قرآن ایسے لوگوں کے دلوں پر دستک دیتا ہے جو حقیقی معبود کے اختیارات سے اعراض کر رہے ہیں۔

۸۔ مثال نمبر (۸) میں نبی اکرم ﷺ اور قرآن مجید کا انکار کرنے والوں کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا جا رہا ہے، کہ ایک شخص تمہی میں سے یعنی بنی اسرائیل میں سے، اپنی تمام تر عقل اور حواس کو بروئے کار لاتے ہوئے حق کو پہچاننے والا بن گیا، یعنی عبداللہ بن سلامh جو یہودی تھے اور اسلام کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے۔[1]اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس کی مثل کی گواہی دے چکا ہے، یعنی مثال اس بات کی کہ قرآن مجید سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور تائید کرنے والا ہے، جبکہ سابقہ کتب میں بھی آخری کتاب نازل ہونے کا ذکر موجود تھا۔اس طرح عبداللہ بن سلامh جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، اسلام کی حقانیت کو سمجھ کر مسلمان ہوگئے، آج بھی ایسے لوگوں کو جو قرآن اور نبی کریم ﷺ کا انکار کرتے ہیں، ان کو انہی کے پیشوا کی مثال دی جا سکتی ہے۔

۹۔ اللہ کے زبردست اختیارات اور مالک الملک ہونے کا پتہ دیا جارہا ہے، کہ اگر وہ اللہ کسی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرلے تو کوئی دنیا کی طاقت اس کے فیصلے کو نہیں بدل سکتی، اگر مختارِ کل اسی اکیلے رب کی ذات ہے تو پھر اس کے احکامات بھی مانے جائیں گے، اس لیے اگر مخلوق اللہ کی ہے تو اس مخلوق پر حکم بھی اسی رب کا چلے گا۔

۱۰۔ صاف شفاف پانی پر بھلا کس کا اختیار ہو سکتا ہے کہ وہ اس پانی کو آسمانوں سے اتار سکے، زمین کی تہوں میں بغیر آمیزش کے نکال سکے، یقینا ان باتوں میں دعوتِ حق کو پہچاننے کے لیے ایسی نشانیاں موجود ہیں جن کا انکار کرنا سراسر حماقت اور کم عقلی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت حق کے لیے کان، آنکھ، دل ، رات اور دن ، قدرتی آفات، ناگہانی آفتیں، رزق، نباتات، رات کا اندھیرا، دن کا اجالا، زمین و آسمان کی ہیئت و بناوٹ ، الہامی کتابوں اور کلام الٰہی کا حوالہ دیا ہے، اس میں ایک طرف انسان کی خیرخواہی ہے اور دوسرا داعی الی اللہ کے لیے بہت بڑا درس ہے، کہ وہ بھی اسی طرح کے مباحث کو زیر غور لائیں ، جب ان کا سامنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے منکرین سے ہو تو وہ طعن و تشنیع سے بچتے ہوئے وجودِ باری تعالیٰ کے لیے مظاہر کائنات اور اس کی قدرتوں کا حوالہ دیں۔

احادیثِ رسول میں مناظرہ کی مثالیں:

رسول اکرم ﷺ نے اسلام کی دعوت دینے کے لیے مختلف ریاستوں کے بادشاہوں کو خطوط لکھے، جس کی ایک مثال درج ذیل ہرقل کو لکھا جانے والا نامۂ مبارک ہے:

”((بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللہِ اِلٰی ھِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ، سَلاَمٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی، أَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّیْ أَدْعُوْکَ بِدِعَایَۃِ الْاِسْلاَمِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ یُؤْتِکَ اللہُ أَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ، وَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْأَرِیْسِیِّیْنَ۔ وَ {یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلاَّ نَعْبُدَ اِلاَّ اللہَ وَلاَ نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَلاَ یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوا بِأَنَا مُسْلِمُوْنَ))
“۔[2]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہرقل شہنشاہِ روم کے نام

سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے،

[1] بخاری، ''الجامع الصحیح''، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب عبداللہ بن سلام

[2] بخاری، ''الجامع الصحیح''، کتاب التفسیر، باب { قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ ...}

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

اما بعد!میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، آپ اسلام قبول کر لیجئے، آپ کو سلامتی مل جائے گی، اسلام قبول کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپکو دہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے رخ پھیرا تو کسانوں کے سارے گناہ آپ کے ذمے ہوں گے،"اے اہل کتاب! آئو ایک ایسے کلمے پر اتفاق کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کریں گے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہیں بنائے گا..."۔

مولانا محمد ظفر اقبال اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"نبی ﷺ نے شاہانِ عالم کو جو دعوتی خطوط ارسال فرمائے تھے، وہ نہایت مختصر اور جامع تھے اور ان سب کا مضمون تقریباً ایک جیسا ہی تھا، ان خطوط میں نبی ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی، اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں اپنی رعایا کے کفر کا وبال حکمرانوں پر ڈالا تھا، اسلام قبول کرنے کی صورت میں ان کی حکومت برقرار رہنے کی ضمانت دی تھی، یہاں ایک خط ہی نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، کیونکہ اس خط کا پس منظر اسلام کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، ہرقل "جو کہ خود بھی عیسائیوں کا بہت بڑا مذہبی عالم تھا" نے ابوسفیان سے "جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے" جو سوالات پوچھے تھے وہ کوئی معمولی اور عام سوال نہ تھے، ابوسفیان نے مسلمان نہ ہونے کے باوجود "خواہ کسی بھی وجہ سے" ان سوالات کے صحیح جواب دے کر ثابت کر دیا تھا کہ اسلام دینِ برحق ہے کیونکہ سچ اور حق ہمیشہ سر چڑھ کر بولتا ہے، پھر ابوسفیان کے جوابات پر ہرقل نے جو تبصرہ کیا تھا وہ نہایت معنی خیز اور ایک مدبر آدمی کا تبصرہ تھا، گو کہ ہرقل اپنی حکومت کے لالچ میں مسلمان نہیں ہوا، "حالانکہ اگر وہ مسلمان ہو جاتا تو اس کی حکومت میں نبی ﷺ کو کوئی دلچسپی نہ تھی" لیکن وہ اس بات کا مکمل علم رکھتا تھا کہ نبی ﷺ یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور اسے اس بات کا بھی یقین تھا کہ نبی ﷺ کی دعوت اس کے ملک تک پہنچ کر رہے گی، مسلمان اس کی حکومت پر غالب آکر رہیں گے اور اسلام کا جھنڈا اس کے شاہی محل پر لہرا کر رہے گا، چنانچہ فاروق اعظم t کے دور میں ایسا ہو کر رہا"۔[1]

دوسری مثال:

احادیث مبارکہ میں بھی قرآن کریم کی طرز پر مختلف مباحثے اور مناظرے کی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے، چونکہ رسول اکرم ﷺ کی احادیث قرآن مجید کی عملی تفسیر ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ قرآنی مباحثوں کی مزید وضاحت کے لیے احادیث سے رہنمائی لی جائے۔رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آدم اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ہونے والے ایک مناظرے سے آگاہ فرمایا ہے، حضرت ابوہریرہ h کا بیان ہے کہ:

" قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ لَهُ مُوسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجَتْكَ خَطِيئَتُكَ مِنَ الجَنَّةِ، فَقَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالاَتِهِ وَبِكَلاَمِهِ، ثُمَّ تَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى"۔[2]

" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدم اور موسیٰ علیہما السلام کی آپس میں بحث ہو گئی، موسیٰ d نے کہا: آدم! آپ ہمارے والد ہیں، آپ نے ہمیں ناکام کیا اور جنت سے نکال دیا، آدم d نے کہا: موسیٰ! تمہیں اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا اللہ نے شرف بخشا اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر تورات عطا کی، تم مجھے ایسی چیز کا طعنہ دے رہے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میرے مقدر میں لکھ دیا تھا، اس طرح آدم d، موسیٰ d سے جیت گئے"۔

تیسری مثال:

اور ایک مثال آنحضرت ﷺ کی ثمامہ بن اثال h سے ہونے والی گفتگو ہے، جب انہیں پکڑ کر لایا گیا اس وقت وہ کافر تھے ، آپ ﷺ کی گفتگو سن کر وہ مسلمان ہو گئے۔

"بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ، إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ، إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى كَانَ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔[3]

---

[1] ظفر اقبال، مولانا محمد، "جواھر الحدیث"، ادارہ اسلامیات لاہور، ج:۶، ص:۳۲۷

[2] بخاری، ''الجامع الصحیح''، کتاب احادیث الانبیاء، باب وفاۃ موسی وذکرہ بعد

[3] مسلم، ''الجامع الصحیح''، کتاب الجهاد والسیر، باب ربط الاسیر وحبسه، وجوازا لمن علیه

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

”حضرت ابوہریرہh بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف شاہسواروں کا ایک دستہ روانہ کیا وہ بنو حنیفہ قبیلے کے ایک شخص کو پکڑ کر لے آئے، اس کا نام ثمامہ بن اثالh تھا، انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، جب آپ ﷺ گھر سے نکل کر اس کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ثمامہ نے کہا: اے محمد ﷺ! میرا اچھا خیال ہے اگر تم مجھے قتل کرو گے تو انتقال والے کا خون بہاؤ گے اور اگر احسان کرو گے تو تمہارا حسان ایک قدر دان پر ہوگا اور اگر تم مال و دولت چاہتے ہو تو جتنا چاہو مانگ لو، اسے اگلے دن تک اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا، اس کے بعد پھر آنحضرت ﷺ نے اس کے پاس آکر کہا: ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: بات وہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں، اگر تم احسان کرو گے تو میں بھی قدردان ہوں، آپ ﷺ نے پھر اسے اسی طرح چھوڑ دیا، دوبارہ پھر کہا: ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میرا وہی ارادہ ہے جو میں کہہ چکا ہوں، آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”ثمامہ کو چھوڑ دو“، وہ مسجد سے باہر نکلا قریب ہی ایک باغ میں جا کر نہایا اور دوبارہ مسجد میں آگیا اور کہنے لگا: ”أَشْہَدُ أَنْ لَا إِلَہَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْہَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ“۔

فضیلۃ الشیخ عدنان عرعور، پسندیدہ جل و مناظرہ کی شرائط اور مناظر کی ہدایات سے متعلق لکھتے ہیں:

”جدل و مناظرہ اور بحث و مباحثہ کو مفید بنانے اور انہیں بے فائدہ گفتگو سے بچانے کے لیے، مبادا ان کے نقصانات ان کے فوائد سے زیادہ ہو جائیں، پھر یہ ناجائز قرار پائے اس کے لیے کچھ شرائط و آداب کو بجالانا ضروری ہے، ان میں سے کچھ کا تعلق گفتگو کرنے والے کے ساتھ ہے اور کچھ نفسِ مناظرہ سے متعلق ہیں:

☆ کافروں کے ساتھ بحث و مباحثہ سے مطلوب دین کی نصرت اور اس کا موضوع عمومی عقائد ہونا چاہیے، دین کی فروعات اور جزئیات نہ ہو، اس کا مقصد کتاب و سنت اور سلف صالحین کی منہج کی نصرت و تائید ہو، نوپیدا شدہ فرقوں یا مذاہب یا شخصی مسائل کی اس سے تائید مقصود نہ ہو۔

☆ دوسری شرط یہ ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ کسی مجبوری کے بغیر مشتبہ امور پر مناظرہ نہ کیا جائے وگرنہ یہ شبہات اجاگر ہوں گے اور اسلام کو بدنما ظاہر کریں گے یا اسے اسلام لانے سے روک دیں گے، گمراہ فرقوں سے دین کے فروعی یا اجتہادی مسائل کے موضوع پر مناظرہ نہ کیا جائے ان کے لیے مناظرے کا موضوع اسلامی عقائد و ارکان ہیں۔

☆ تیسری شرط یہ ہے کہ یہ عوام الناس کے سامنے نہ ہو مبادا انہیں شبہات میں ڈال دے یا حق ان کی نظروں میں کمزور دکھائی دے۔عوام الناس پر مناظرے کے بہت سے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ حق باتوں سے متعلق کئی شکوک و شبہات سن لیتے ہیں یا پھر ایک غلط چیز کے بارہ میں شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔عوام الناس کی نہ تو ذہنی رسائی ہوتی ہے اور نہ وہ دلیل سے آشنا ہوتے ہیں وہ صرف جذبات رکھتے اور عمدہ انداز پسند کرتے ہیں، ہوتا یہ ہے کہ حق بات کہنے والا کمزور ہوتا ہے، خوبصورت انداز میں باطل کی تردید نہیں کر سکتا وہ علمی لحاظ سے تو مضبوط ہوتا ہے لیکن اچھے انداز میں وضاحت نہیں کر سکتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سامعین کے دلوں میں شک و شبہ پیدا ہو جاتا ہے وہ حق کو کمزور سمجھنے لگ جاتے ہیں یا باطل کو غالب سمجھ بیٹھتے ہیں۔

☆ دو مناظرہ کرنے والوں کے علاوہ کسی بھی شخص کو مداخلت کی اجازت نہ دی جائے۔[1]

مناظر کے لیے ہدایات سے متعلق مزید لکھتے ہیں:

☆ اس کی نیت میں اخلاص اور اس کا مقصد حق تک پہنچانا اور اس کی دعوت دینا ہو۔

☆ امام شافعی فرماتے ہیں: ”جب بھی میں نے مناظرہ کیا میری یہ خواہش رہی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں حق کو غلبہ عطا فرما دے“۔

☆ امام بیہقی فرماتے ہیں: ”مناظرے میں حکمت و دانائی کا پہلو یہ ہے کہ مناظر اپنے مدِّمقابل کے برعکس حق کو قبول کرنے میں گریز نہ کرے۔

☆ اسے اپنا موقف حق کی تردید کرنے یا غلطی سے رجوع نہ کرنے یا جھوٹ بولنے پر آمادہ نہ کرے، غلطی سے رجوع کرنا اور حق کو تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور لوگوں کے ہاں بھی باطل پر اڑے رہنے سے بہتر ہے، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غلطی سے رجوع کرنے سے ان کی قدرومنزلت میں کمی واقع ہو گی اور ان کا رعب ختم ہو جائے گا، لوگوں کا ان سے اعتماد اٹھ جائے گا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، جو شخص حق کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مقام و مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔

☆ اس کا مقصد مدِّمقابل سے محض انتقام لینا نہ ہو، اس کی پوری کوشش یہ ہو کہ مد مقابل کو رہنمائی مل جائے، اگر یہ چیز اس کے باطل نظریے کا پردہ چاک کرنے ہی کے ذریعے ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، مبادا وہ اس سے فریب زدہ رہے۔

☆ اندازِ گفتگو انتہائی شگفتہ اور نرم ہو، یہ گفتگو مناظرے کے دوران ہی کیوں نہ ہو اور وہ مناظرہ بھی بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

---

[1] عدنان عرعور، ”دعوتِ دین کا طریقہ کار... عصر حاضر کے تناظر میں“، مترجم: ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف مدنی، مکتبہ ابن تیمیہ لاہور، ص:۴۱۲

Vol. 6 No.1 2022

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

☆ مناظرہ کرنے والا دیگر علوم سے بطورِ عام اور موضوعِ مناظرہ سے متعلق بطورِ خاص معلومات رکھتا ہو۔

☆ اس میں مناظرہ کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور مد مقابل اور سامعین کی نفسیات کا ادراک رکھتا ہو کیونکہ مناظرہ دعوتِ الی اللہ کے فنون میں سے ایک عظیم ترین فن ہے، علم کے علاوہ اس کی اپنی خصوصیت ہے ہر عالم مناظر نہیں ہوتا۔

☆ ساتویں شرط یہ ہے کہ اس کا ذہن سامعین سے نہ ہٹے کیونکہ وہی اصل ہدف ہوتے ہیں، مناظر کا ہر لفظ، ہر اشارہ بلکہ ہر حرکت و سکون زیر مراقبت ہوتا ہے، اسے وہی شخص بہتر طور سے سرانجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہ فن عطا کیا ہو۔

☆ مدمقابل فریق ایڑی چوٹی کا زور بھی لگائے تب بھی موضوع اور مدعا و مقصود سے باہر نہ جایا جائے اور نہ اسے ٹال مٹول میں پڑنے دیا جائے۔

☆ اپنا نقطہ نظر منوانے کی نسبت دلوں کو ہ لینا مقدم سمجھا جائے، اگر حق وباطل کا معرکہ ہو تو الگ بات ہے۔

☆ جب اسے ایک دلیل قائم نہ کر سکے یا مخالف اسے قبول نہ کر رہا ہو تو وہ دوسری دلیل پیش کردے، جیسا کہ ابراہیم d نے اپنے مدّ مقابل سے کیا تھا، آپ نے اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں بھی زندگی اور موت دے سکتا ہوں چونکہ وقت زیادہ قیمتی ہوتا ہے اس لیے ابراہیم d نے اسے اس کا جواب دینے کی بجائے اس پر ایسی کاری ضرب لگائی جس سے اس کا زندگی اور موت پر قادر ہونے کا دعویٰ آپ سے آپ ختم ہو گیا۔

☆ ایک شرط یہ ہے کہ وہ غصے میں نہ آئے اور نہ ہی ذاتی انتقام لے، جس شخص کو معلوم ہو کہ غصہ اس کی فطرت ہے وہ مناظرہ نہ کرے، مناظرہ خواہ اللہ کی رضا کے لیے بھی ہو اس میں غصے میں آجانے کے بہت برے اثرات ہوتے ہیں۔[1]

☆ جب مد مقابل لڑائی جھگڑے پر اتر آئے تو مناظرہ بند کر دیا جائے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{فَلاَ تُمَارِ فِيْهِمْ اِلاَّ مِرَآئً ظَاهِرًا }[2]

”اور تم ان سے متعلق نہ بحث کرو مگر ٹالنے کے انداز میں“۔

شریعت نے اس مناظرے، مباحثے اور مجادلے کی اجازت دی ہے، جس میں دوسرے فریق پر طعن و تشنیع اور بے توقیری نہ ہو، مباحثے کا جو انداز قرآن و سنت میں پیش کیا گیا اگر بندہ ایسی اصولوں اور ایسے قوانین کی پاسداری کرسکتا ہے تو پھر وہ مباحثہ میں حصہ لے، اگر وہ راہِ اعتدال سے ہٹ کر اور میعانہ روی چھوڑ کر دین اسلام کی دھاک بٹھانے کی کوشش کرے گا تو بجائے فائدے کے نقصان ہوگا، جس کی اسلام میں قطعی اجازت نہیں ہے۔

---

[1] عدنان عرعور، ”دعوتِ دین کا طریقہ کار... عصر حاضر کے تناظر میں“، ص:۴۱۴‘۴۱۶

[2] الکہف، ۱۸:۲۲